حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
بانی سلسلہ احمدیہ کے
لاہور میں آخری قیام
اور وفات کے مختصر حالات

★

مرتبہ

ناصر احمد

صرف احباب جماعت کے لئے

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی

بانی سلسلہ احمدیہ کے

لاہور میں آخری قیام اور وفات کے مختصر حالات

مرتبہ

ناصر احمد

(بی اے، ایل ایل بی)

شائع کردہ: آفتاب الدین احمد فری ہومیو پیتھک دار الشفاء

احمدیہ بلڈنگس، برانڈرتھ روڈ، لاہور

عرضِ ناشر

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی، بانی سلسلہ احمدیہ و مسیح موعودؑ کے لاہور میں آخری قیام اور وفات کے سلسلہ میں حالات، واقعات اور احمدیہ بلڈنگس کی مختصر تاریخ کو مرتب کرنے میں مَیں نے کتب ہر دو "مجاہد کبیر" اور "مجدد اعظم" سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ میں شیخ فضل الرحمٰن صاحب، خازن، مرکزی احمدیہ انجمن، لاہور اور ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب، ناظم کا بھی شکرگذار ہوں جنہوں نے اس سلسلہ میں مفید معلومات فراہم کیں اور میری رہنمائی فرمائی۔

ناصر احمد

ملٹن کینز، انگلستان

۶ ستمبر ۲۰۰۴ء

3

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی، بانی سلسلہ احمدیہ کے احمدیہ بلڈنگس، لاہور میں قیام کے آخری ایام

احمدیہ بلڈنگس کی مختصر تاریخ

لاہور کی مشہور سڑک برانڈرتھ روڈ پر واقع تین گلیوں میں احمدیوں کی عمارات پر مشتمل علاقہ کا نام احمدیہ بلڈنگس ہے۔ اس علاقہ کی زمین کی ملکیت ارائیں کمبوہ قوم کے ایک سرکردہ شخص چوہدری اللہ یار کی تھی جو جماعت احمدیہ لاہور کے ایک بزرگ چوہدری ظہور احمد صاحب کے والد تھے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے ۱۹۰۶ء میں ان سے زمین لیز پر لی۔ سب سے پہلے حضرت خواجہ صاحب اور پھر حضرت ڈاکٹر شاہ صاحب نے لب سڑک اپنے مکانات تعمیر کیے۔ حضرت خواجہ صاحب کا مکان احمدیہ بلڈنگس کی تین گلیوں میں سے

(مشرقی جانب) کی پہلی گلی کے سرے پر تھا جس کی پیشانی پر ابتدائی زمانہ میں بڑے حروف میں احمدیہ بلڈنگس لکھا ہوا ہوتا تھا جو دور سے نظر آتا تھا۔ اس گلی کا نام جامع سٹریٹ تھا، درمیان والی گلی چونکہ پرائیویٹ تھی، اس لئے اس کا کوئی نام نہ تھا۔ اور آخری گلی کا نام احمدیہ سٹریٹ رکھا گیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور بابو منظور الٰہی صاحب نے بھی اپنے مکانات تعمیر کئے۔ اس وقت تک اس علاقہ میں ان عمارات کے علاوہ اور کوئی عمارت نہ تھی۔ البتہ برانڈرتھ روڈ کی دوسری جانب اسلامیہ کالج کی عمارت بن چکی تھی۔ سڑک کی طرف سے کالج کی گراؤنڈ تک جانے کے لئے دو بڑے گیٹ تھے۔ جن کی جگہ اب دُکانیں بن چکی ہیں۔

جب اس علاقہ میں مکانات تعمیر ہو گئے تو ان تین گلیوں میں احمدی احباب کے مکانات کی ترتیب کچھ یوں تھی۔

دالگراں چوک سے آتے ہوئے دائیں طرف جامع سٹریٹ نمبر ۹ میں ذیل کے احباب کے مکانات تھے۔

دائیں طرف بالترتیب: مکان حضرت خواجہ کمال الدین صاحب، مکان خواجہ جلال الدین صاحب، مکان حضرت خواجہ کمال الدین صاحب، مکان خواجہ عبدالغنی صاحب، مکان حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جس کی نچلی منزل میں بشیر بادشاہ ریڈنگ روم قائم ہوا۔ جہاں بعد میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مرکزی لائبریری ۱۹۸۸ء تک قائم رہی۔ مکان خواجہ جلال الدین صاحب، مکان بابو منظور الٰہی صاحب،[1] مکان میاں تاج الدین صاحب جو

---

[1] بابو منظور الٰہی صاحب کو ریلوے میں گرانقدر خدمات کے صلہ میں خاں صاحب کا خطاب ملا تھا۔ ریٹائر ہونے کے بعد آپ مرکزی انجمن کے شعبہ تبلیغ بلادِ غیر کے انچارج رہے۔ ان کی ذاتی لگن اور جانفشانی سے خط و کتابت اور ترسیل لٹریچر کے ذریعہ غیر ممالک میں رضاکارانہ طور پر جماعت کی بہت سی شاخیں قائم ہوئیں۔ انہوں نے کئی کتابیں بھی تالیف کیں لیکن ان کا یادگار کارنامہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اخبارات میں شائع شدہ روزانہ کے ارشادات کو ملفوظات کی صورت میں پہلی بار اشاعت کا اہتمام

۱۹۵۸ء میں مرکزی انجمن نے خرید لیا۔ عمارت مسلم ہائی سکول ملکیت احمدیہ انجمن لاہور گو اور آخر پر ایک شریف النفس گجر میاں میراں بخش صاحب کا مکان تھا۔

بائیں جانب بالترتیب: مکان حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین

تھا۔ ملفوظات کا پہلا حصہ منظور الٰہی کے ہی نام سے شائع ہوا۔ انہوں نے سات جلدوں میں ۱۹۰۲ء تک کے ملفوظات مرتب کر کے شائع کئے۔

مسلم ہائی سکول کی ابتدا حضرت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کے مکان واقع ایبٹ روڈ سے ہوئی۔ لیکن بعد میں محسوس کیا گیا کہ سکول کی اپنی عمارت ہونی چاہئے۔ چنانچہ اس کے لئے اپیل کی گئی اور اس کے ذریعہ حاصل کی گئی رقم سے سکول کی زمین کا بڑا حصہ چوہدری ظہور احمد صاحب سے خریدا گیا۔ پھر اس کے ساتھ ایک مکان بھی شامل کیا گیا یہ مکان جماعت کے ایک بزرگ بابا احمد دین صاحب مرحوم کا تھا جو اس مقام پر تھا جہاں اب مسلم ہائی سکول کا مغربی جانب کا رستہ اور کمرے بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فوتیدگی کے وقت وہ مکان انجمن کو دے دیا۔ کچھ عرصہ تک یہ مکان بطور مہمانخانہ استعمال کیا گیا۔

شاہ صاحب۔ اسی مکان میں حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کا وصال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ یہ مکان مسجد احمدیہ تک پھیلا ہوا تھا۔ عمارت مسجد احمدیہ بلڈنگس۔ مکان ماسٹر نیاز علی صاحب جو بعد میں مہمانخانہ بنا دیا گیا۔ یہ مکان انجمن نے ۲۴ اگست ۱۹۲۶ء میں خرید لیا۔ ماسٹر صاحب مزنگ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر ہو کر ریٹائر ہوئے۔ مکان بابو شیخ غلام قادر صاحب۔[۳] اور آخر پر مکان حضرت مولانا عزیز بخش صاحب برادر اکبر حضرت مولانا محمد علی صاحب تھا۔

درمیان والی گلی۔ دائیں جانب: مکان حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

۳؎ بابو شیخ غلام قادر صاحب ریلوے میں ٹیلیگراف ماسٹر تھے اور جس ٹرین میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی میت لے جائی گئی اس کی کلرینس انہوں نے ہی دی تھی۔ ریٹائر ہونے کے بعد آپ بھی مرکزی انجمن کے شعبہ تبلیغ بلاد غیر کے انچارج رہے اور اس شعبہ میں نمایاں کارکردگی کا سہرا ان کے سر ہے۔

بائیں جانب: ایک ہندو بیلی رام کی عمارت۔ایک غیراز جماعت کا مکان جو بعد میں قادیان میں ایک مکان کے تبادلہ میں احمدیہ انجمن لاہور کی ملکیت میں آ گیا۔ مکان سید نادر حسین شاہ صاحب، برادر حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جو نادر منزل کے نام سے جانا جاتا تھا۔ یہ مکان بعد میں کرنل سید بشیر حسین صاحب کی کوشش سے احمدیہ انجمن لاہور نے خرید لیا۔

تیسری اور آخری گلی (احمدیہ سٹریٹ): بائیں جانب: سڑک کی طرف سے پہلا مکان ایک غیراز جماعت کا تھا۔ مکان حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب جس کی عمارت گلی کے آخر تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے پہلے حصہ میں حضرت ڈاکٹر مرزا صاحب کا مطب تھا۔ پھر ان کی رہائش گاہ تھی۔اس کا نام احمد منزل تھا۔ درمیان میں کافی وسیع صحن نما جگہ تھی آخری حصہ کی عمارت میں بالآخر مرکزی انجمن لاہور کے دفاتر بن گئے اور ۱۹۷۰ء تک یہ عمارت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی تمامتر سرگرمیوں کا مرکز رہی۔

اس کے بعد یہ دفاتر مسجد احمدیہ سے متصل عمارت نادر منزل پر تعمیر کردہ نئی عمارت میں منتقل ہو گئے اور پھر ۱۹۸۳ء میں یہ دفاتر دارالسلام کالونی، نیوگارڈن ٹاؤن میں منتقل ہو گئے۔

اپریل ۱۹۱۴ء میں مسجد سے ملحقہ، مکان حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کا تھا۔ یہ مکان ابھی زیر تعمیر تھا کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے قادیان سے آ کر اس میں رہائش اختیار کی۔ بعد میں یہ مکان حضرت ڈاکٹر شاہ صاحب نے انجمن کو وقف کر دیا۔

ابتدا میں ان تین گلیوں میں حضرت خواجہ صاحب، حضرت ڈاکٹر شاہ صاحب اور حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب کے مکانات کے درمیان مخصوص جگہوں پر لکڑی کے تختوں کے پل بنے ہوئے تھے جن کے ذریعہ خواتین ایک دوسرے سے ملنے اوپر سے ہی آتی جاتی تھیں۔ ایسا ہی ایک پل نادر منزل اور مکان ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے درمیان ۱۹۴۸ء تک موجود تھا لیکن اس وقت تک وہ آنے جانے کے لئے استعمال نہ ہوتا تھا۔

حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکانات پر احمدیہ مارکیٹ نمبرا اور فلیٹ تعمیر ہو گئے ہیں۔ اس عمارت میں سڑک کی جانب جہاں بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مجدد صد چہاردہم اور مسیح موعودؑ کا وصال ہوا تھا، تقریباً اسی منزل کی مناسبت سے ایک یادگاری کمرہ تعمیر کیا گیا ہے جس میں حضرت اقدس اور ان کے چیدہ چیدہ ساتھیوں کی ہاتھ سے بنی ہوئی تصاویر لگائی گئی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کا یہ یادگار کمرہ ۱۹۶۵ء میں تعمیر ہوا۔ دونوں مارکیٹ اور فلیٹس کی عمارات حضرت مولانا صدرالدین صاحب مرحوم و مغفور امیر ثانی کی انتھک محنت، جانفشانی اور احباب جماعت کی مالی قربانیوں کا نتیجہ ہیں۔ جگہ جگہ بعض معطی حضرات کی یادگاری تختیاں بھی لگا دی گئی ہیں۔

نادر منزل اور اس سے ملحقہ عمارت پر احمدیہ مارکیٹ نمبر۲ اور فلیٹس تعمیر ہوئے ہیں۔

۱۹۰۸ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ جب احمدیہ بلڈنگس

میں قیام پذیر ہوئے تو ۲۲ مئی کو پہلا جمعہ احمدیہ بلڈنگس میں پڑھا گیا۔ اس سے پہلے جمعہ میاں چراغ الدین صاحب کے مکانات بیرون دہلی دروازہ میں پڑھا جاتا تھا۔ احمدیہ بلڈنگس میں جمعہ کے بعد حضرت اقدس کرسی پر بیٹھ گئے۔ کئی لوگوں نے بیعت کی۔ اس کے بعد خلیفہ رجب الدین صاحب مرحوم کھڑے ہوئے اور حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کر کے یہ سوال کیا: ''حضرت! بعض لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کی کتاب قرآن شریف اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدق دل سے مانتے ہیں اور نماز روزہ وغیرہ اعمال بھی بجالاتے ہیں پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ آپ کو بھی مانیں'' اس سوال کے جواب میں حضرت اقدس نے وہ تقریر فرمائی جو بعد میں ''حجتہ اللہ'' کے نام سے شائع ہوئی۔ اس وقت تک احمدیہ بلڈنگس کی موجودہ مسجد تعمیر نہ ہوئی تھی۔ بعد میں ایک چبوترہ سا بنا دیا گیا جس پر دن کے وقت نمازیں پڑھ لی جاتی تھیں۔ بعض وقت اسی جگہ لیکچر اور درس قرآن مجید بھی دیئے جاتے تھے۔ جمعہ کی

نماز حضرت خواجہ صاحب کے مکان کے ایک بڑے کمرہ میں پڑھی جاتی تھی۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب اپنے زمانہ خلافت میں دو یا تین مرتبہ لاہور تشریف لائے تو احمدیہ بلڈنگس میں ہی قیام فرمایا۔ بعد میں اس چبوترے والی جگہ پر خواجہ کمال الدین صاحب نے ہر اتوار کو لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ ان میں سے ایک سلسلہ تقاریر کا عنوان تھا ''اب مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے'' ان کا بیان علم وبصیرت سے اتنا بھرپور اور مؤثر ہوتا تھا کہ دور دور سے عوام الناس، رؤسا، تعلیم یافتہ لوگ اور سرکاری افسران ان لیکچروں میں کثرت سے شامل ہوتے۔ کچھ عرصہ بعد اس چبوترے پر باقاعدہ مسجد بنا دی گئی۔ پھر اس تعمیر کردہ حصہ میں لوہے کے ستون لگا کر اس میں مزید توسیع کر دی گئی اور خواتین کے لئے مسجد کی دائیں جانب اوپر گیلری بنا دی گئی۔

حضرت مولانا نورالدین صاحب کی وفات کے بعد جب قادیان میں حالات مولانا محمد علی صاحب کے حق میں انتہائی بگڑ

گئے۔ تو مولانا نے اپنی اہلیہ اور بچوں کو ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے پاس راولپنڈی بھیج دیا اور خود ۲۰ اپریل ۱۹۱۴ء کو تن تنہا ہجرت فرما کر لاہور آ گئے اور مسجد احمدیہ بلڈنگس سے ملحقہ ایک زیر تعمیر مکان میں جو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کا تھا۔ آپ کی رہائش تجویز ہوئی۔ اس کی نچلی منزل میں دو کمرے بن گئے تھے۔ مگر ابھی فرش اور پلستر وغیرہ نہ ہوا تھا۔ ان میں سے ایک کمرے میں دروازہ لگوا کر آپ نے اپنا دفتر بنا لیا۔ دوسرا کمرہ مہمانوں کے لئے تھا۔ اوپر کی منزل پر دو کمرے آپ کے اہل خانہ کی رہائش کے لئے تھے۔ ان میں دروازے بھی نہ لگے تھے۔ ٹاٹ کا پردہ لگا کر گزارہ ہوتا تھا اور صحن میں چولہا بنا کر کھانا پکتا تھا۔ اسی نامکمل گھر میں آپ نے اپنے اہل و عیال کو بلا لیا اور تنگی کے باوجود رہائش اور تصنیف و تالیف کے کام کو جاری رکھا۔

نچلی منزل کے اس کمرہ میں جو حضرت مولانا کا دفتر تھا۔ بعد میں اس میں توسیع کر کے الماریاں رکھ دی گئیں اور ان میں آپ

کی بیش بہا کتب کا خزانہ تھا جن کی بدولت آپ نے انگریزی ترجمۃ القرآن اور ریلیجن آف اسلام جیسی معرکتہ الآراء تصنیفات رقم فرمائیں جنہوں نے مغربی دنیا میں اسلامی تعلیمات کا روشن چہرہ پیش کیا اور سینکڑوں سعید روحیں حلقہ بگوش اسلام ہوئیں اور مغرب میں طلوع اسلام کے آثار نمودار ہونے لگے۔

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ کو سمجھنے کے لئے چند بنیادی باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں نبوت کے ختم ہونے کے بعد امت مسلمہ کی اصلاح کے لئے اللہ کی طرف سے مبعوث ہونے والے لوگوں کے لئے اصطلاح خلیفہ اور حدیث میں مجدد استعمال کی گئی ہیں۔ یہ امر اہل سنت علماء اور خود حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نزدیک مسلم ہے کہ رسول اکرم صلعم پر نبوت ختم ہونے کے بعد فیض نبوت، اللہ تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ اور غیب کی خبروں کے عطا کرنے کی صورت میں جاری ہے۔ چونکہ یہ نعمتیں نبی اور غیر نبی دونوں کو حاصل ہوتی ہیں۔ اس لئے حدیث

میں اس کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔ سلسلہ مجددیت یا ولایت گذشتہ تیرا صدیوں سے جاری ہے۔ احادیث میں چودھویں صدی کے مجدد کے لئے دجال کے فتنہ کو ختم کرنے اور صلیب کے توڑنے کے دو عظیم کاموں کا ذکر تفصیل سے درج ہے۔

صوفیا نے اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی اور غیب سے خبریں پانے کے روحانی مقام کے لئے قرآن اور حدیث کی اصطلاح خلیفہ یا مجدد کی بجائے جزوی نبوت، بروزی نبوت، ظلی نبوت، امتی نبوت اور نبوت ناقصہ کی اصطلاحات بھی استعمال کی ہیں۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب کے مخاطب اہل حدیث، اہل قرآن، مشائخ، عیسائی اور آریہ تھے اس لئے ان کے اعتراضات کے جوابات دیتے وقت آپ نے انہی کی اصطلاحات استعمال کی ہیں تاکہ ان کو ان روحانی مقامات کی سمجھ آ سکے جو رسول اکرم صلعم کی اتباع سے لوگوں کو حاصل ہوئیں یا ہوتی رہیں گی۔ بدقسمتی سے مخالفین نے قرآن مجید، حدیث اور صوفیا کی اصطلاحات کو گڈمڈ کر کے حضرت مرزا صاحب کی طرف

دعویٰ نبوت منسوب کر دیا اور کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ حالانکہ یہ تمام اصطلاحات گزشتہ مجددین اور صلحاء نے بارہا اپنی تحریروں اور ارشادات میں استعمال کیں۔ اس کتابچہ میں مختصر وضاحت کے لئے ذیل میں صرف چند حوالے درج کئے جاتے ہیں جن سے جزوی نبوت، بروزی نبوت، امتی نبوت اور غیر تشریعی نبوت کے اصل مفہوم کی وضاحت ہو جائے گی اور یہ کہ حضرت مرزا صاحب کی ہرگز ان سے مراد حقیقی نبوت نہ تھی بلکہ فیض نبوت کا اکتساب تھا۔

''نبوت کا دعویٰ نہیں، بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔'' (ازالۂ اوہام ص ۴۲۱)

''ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔'' (حمامتہ البشریٰ ص ۷)

''بالآخر پھر میں عامۃ الناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین پر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے نام پاک ہیں جس قدر قرآن کریم کے حروف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔
کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسولؐ کے فرمودہ کے برخلاف نہیں"
(کرامات الصادقین ص ۲۵)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنی مشہور کتاب "حقیقت الوحی" میں، جو آپ کی وفات سے ایک سال قبل شائع ہوئی، تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ کے نام کی تعریف میں یہ بھی شامل ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جس نے "آدم کو پیدا کیا اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے" (ص ۱۴۱)

پھر فرماتے ہیں: "صرف اس خدا نے ہی خبر دی جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا تا تمام

قوموں کو آپ کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کرے'' (تتمہ، ص ۴۴)

اسی کتاب ''حقیقت الوحی'' میں اپنی صداقت کے نشانات میں سے سب سے اوّل نشان رسول کریمؐ کی حدیث مجدد کے مطابق آپ کا دعویٰ کرنا بتاتے ہیں اور اس حدیث کی صحت پر اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں: ''پس جب تک میرے اس دعویٰ کے مقابل پر انہیں صفات کے ساتھ کوئی دوسرا مدعی پیش نہ کیا جائے تب تک میرا یہ دعویٰ ثابت ہے کہ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں'' (ص ۱۹۴)

''حقیقت الوحی'' کے عربی ضمیمہ میں آپ لکھتے ہیں: ''نبوت ہمارے نبی صلعم کے بعد منقطع ہو گئی ہے ...... ہمارے رسول خاتم النبیین پر سلسلہ مرسلین منقطع ہو گیا ہے ...... مجھے اللہ سے نبی نام بطور مجاز دیا گیا ہے، نہ کہ بطور حقیقت'' (ضمیمہ حقیقت الوحی، ص ۶۴، ۶۵)

''مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوت، جس

کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا نبوت تامہ نہیں بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کی اقتدا سے ملتی ہے جو مستجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے یعنی ذات مستودہ صفات حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' (توضیح مرام ص۹،۱۰)

''محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی جائز نہیں۔ دوسری جائز ہے مگر میرا اپنا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے صرف آنحضرت صلعم کے انعکاس سے جو نبوت ہو وہ جائز ہے'' (اخبار بدر نمبر۱۳، جلد۲ ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء)

''تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام، توضیح مرام وازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں

پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشاوکلہ مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتدا سے میری نیت جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد، نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متکلم مراد لئے ہیں۔" (مباحثہ لاہور ۳ فروری ۱۸۹۲ء، مجموعہ اشتہارات جلد ۱، ص ص ۳۱۳، ۳۱۴)

دعویٰ نبوت کی غلطی بعض مخالفین کو کیوں لگی؟ اس کا جواب

خود قادیانی جماعت کے ایک ممتاز احمدی عالم مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار ''بدر'' قادیان۔ ۲۷/اکتوبر ۱۹۱۰ء کے شمارہ کے صفحہ ۹ پر مولانا شبلی کے ساتھ ملاقات کے ذکر میں لکھتے ہیں:

''مولوی شبلی صاحب کی زیارت کے واسطے ان کے مکان پر پہنچے ...... دریافت فرمایا کہ کیا ہم لوگ مرزا صاحب مرحوم کو نبی مانتے ہیں؟ میں نے عرض کی کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرتؐ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا اور نہ پرانا۔ ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے اور وہ بھی آنحضرت صلعم کے طفیل آپؐ سے فیض حاصل کر کے اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ سے بہت سی آئندہ کی خبریں بھی بطور پیشگوئی کے بتلائی جاتی تھیں جو پوری ہوتی رہیں۔ اس

واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے۔ اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں اور احادیث میں بھی آنے والے مسیح موعود کا نام نبی رکھا۔

اس پر مولوی شبلی صاحب نے فرمایا کہ بیشک لغوی معنوں کے لحاظ سے یہ ہوسکتا ہے اور عربی لغت میں اس لفظ کے یہی معنی ہیں لیکن عوام اس مفہوم کو نہ پانے کے سبب گھبراتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ مرزا صاحب کی نبوت کا مسئلہ ہمارے ہاں ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو۔ یا بیعت کے وقت اس کا اقرار لیا جاتا ہو یا اُس کا ہم وعظ کرتے پھرتے ہوں......"

جماعت قادیان اور جماعت لاہور میں تکفیر بین المسلمین کے بنیادی اختلاف کے بارے میں اس زمانے میں سب سے واضح بیان مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کا تھا جو انہوں نے اپنے اخبار "الہلال" مؤرخہ ۲۵ مارچ ۱۴ء میں یوں درج کیا:

''ایک عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بنا پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں۔ گو وہ مرزا صاحب کے دعویٰ پر ایمان نہ لائے ہوں لیکن دوسرا گروہ وہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں۔ اس گروہ نے اب انہیں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔

مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر اظہار رائے کیا ہے وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا ایک یادگار واقعہ سمجھا جائے گا۔''

لاہور میں تشریف لانے کے فوراً بعد ہی یعنی اپریل ۱۹۱۴ء میں حضرت مولانا محمد علی صاحب نے احمدیہ بلڈنگس میں روزانہ درس

قرآن مجید کا سلسلہ شروع کیا۔ اپنی قادیان کی زندگی میں آپ نے سالہا سال حضرت مولانا نورالدین صاحب کے درس سنے اور قرآن مجید کا علم حاصل کیا۔ پھر اپنا ترجمہ اور تفسیری نوٹ ان کو سنائے اور حضرت کی ہدایت کے مطابق ان میں اصلاح کی۔ اب وقت آ گیا تھا کہ ان علوم سے آپ دنیا کو فیضیاب کرتے۔ چنانچہ باقاعدگی سے روزانہ درس قرآن مجید دینا اپنے اوپر لازم کرلیا تھا اور اس درس میں وہ کشش ہوتی تھی کہ احمدی ہوں یا غیر احمدی، لاہور کے تعلیم یافتہ طبقہ کا ایک کثیر حصہ کھچا چلا آتا تھا۔ چنانچہ مولانا ظفر علی خاں صاحب ایڈیٹر اخبار ''زمیندار'' ان مجالس میں شریک ہوتے تھے، ایک موقع پر اس طرح لکھتے ہیں:

''جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے ان عزیز الوجود بزرگوں میں سے ہیں جن کی عالمانہ زندگی کا کوئی لمحہ خدمت اسلام سے خالی نہیں رہتا۔ روزانہ قرآن کریم کا درس دیتے ہیں اور ہر آیت کی تفسیر میں حقائق و معارف کے دریا بہا دیتے ہیں۔ حال ہی

میں اس درس کے اہم اقتباسات انہوں نے خود ہی قلمبند کر کے شائع فرمائے ہیں اور اس خوبی کی تفسیر ہے کہ شاید اردو زبان کا خزانہ ایسے تابناک جواہر ریزے بڑی مشکلوں سے بھی نہ نکال سکے۔''

(''زمیندار'' ۱۵/اپریل ۱۹۱۵ء)

سفر لاہور

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی، بانی سلسلہ احمدیہ کی زوجہ محترمہ کی طبیعت علیل رہتی تھی۔ اس لیے انہوں نے حضرت اقدس سے تبدیلی آب و ہوا کے لیے لاہور چلنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے استخارہ کیا تو ۲۶ اپریل ۱۹۰۸ء کی صبح کو ۴ بجے یہ مصرعہ الہام ہوا۔ ع

مباش ایمن از بازی روزگار

آپ کو اس الہام سے تشویش پیدا ہوئی۔ لیکن چونکہ اس

الہام میں ممانعت کوئی نہ تھی فقط کسی خطرہ کی خبر تھی اور بیوی صاحبہ کو لاہور چلنے کے لیے اصرار تھا۔ اس لیے ۲۷۔ اپریل ۱۹۰۸ء کو قادیان سے لاہور روانہ ہو گئے۔ لاہور جا کر آپ کو دوسرا مصرعہ الہام ہوا۔

ع

مکن تکیہ بر عمر ناپائدار

لاہور میں آپ احمدیہ بلڈنگس میں خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر ٹھہرے۔ وہاں پہنچ کر چونکہ کچھ عرصہ کے لیے قیام فرمانے کا ارادہ ہو گیا اس لیے حضرت مولانا نورالدین صاحب اور مولانا محمد احسن صاحب امروہی اور دیگر احباب بھی لاہور پہنچ گئے۔ اخبار ''بدر'' بھی عارضی طور پر لاہور میں منتقل ہو گیا تا کہ تازہ بہ تازہ خبریں جماعت کے لوگوں کو پہنچائی جایا کریں۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت اقدس کی زوجہ محترمہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں جو تشریف لے گئیں تو وہ مکان اُنہیں زیادہ پسند آیا۔ کچھ اُن کی مرضی ہوئی اور کچھ ڈاکٹر شاہ صاحب

نے اصرار کیا چنانچہ حضرت اقدس ڈاکٹر شاہ صاحب کے مکان میں تشریف لے آئے۔

نماز جمعہ

نماز جمعہ کے لیے یہ انتظام تھا کہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں جہاں اب احمدیہ مسجد واقع ہے وہاں اس وقت میدان ہوتا تھا۔ یہاں شامیانہ لگا کر اور دریاں بچھا کر نماز جمعہ ادا ہوا کرتی تھی۔ اُس وقت کیا پتہ تھا کہ جہاں خدا کا برگزیدہ مسیح و مہدی نماز جمعہ پڑھتا ہے وہاں جماعت احمدیہ لاہور کی مسجد بنی ہے۔ جسے ایک دن دُنیا میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے لیے ایک مرکز بننے کا شرف حاصل ہونا ہے۔

میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر کی ملاقات

۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو صبح ۱۰ بجے دو بیرسٹر ایٹ لاء ملاقات کو

آئے جن میں سے ایک میاں فضل حسین صاحب تھے جو بعد میں سر فضل حسین بنے۔ میاں صاحب موصوف کے سوالات کے حضرت اقدس نے نہایت لطیف جوابات دیئے جو اخبار ''بدر'' میں شائع شدہ موجود ہیں۔ ان میں سے تھوڑا سا تحریر کر دینا مناسب ہے۔

ہم کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے

میاں فضل حسین صاحب بیرسٹرایٹ لاء نے عرض کیا کہ اگر تمام غیر احمدیوں کو کافر کہا جائے تو پھر اسلام میں تو کچھ بھی نہیں رہتا۔ فرمایا:۔

''ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو جب میں نے مامور ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کے بعد بٹالہ کے محمد حسین مولوی ابوسعید صاحب نے بڑی محنت سے ایک فتویٰ تیار کیا جس

میں لکھا تھا کہ یہ شخص کافر ہے' دجّال ہے' ضال ہے' اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ جو ان سے السلام علیکم کرے یا مصافحہ کرے یا انہیں مسلمان کہے وہ بھی کافر۔ اب سنو! یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ پس اس مسئلہ سے ہم کس طرح انکار کر سکتے ہیں آپ لوگ خود ہی کہہ دیں کہ ان حالات کے ماتحت ہمارے لیے کیا راہ ہے۔ ہم نے ان پر پہلے کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ اب جو اُنہیں کافر کہا جاتا ہے تو یہ انہی کے کافر بنانے کا نتیجہ ہے۔ ایک شخص نے ہم سے مباہلہ کی درخواست کی۔ ہم نے کہا کہ دو مسلمانوں میں مباہلہ جائز نہیں۔ اُس نے جواب میں لکھا کہ ہم تو تجھے پکا کافر سمجھتے ہیں۔''

میاں صاحب موصوف نے عرض کیا کہ وہ آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں لیکن اگر آپ نہ کہیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ ''جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اُسے ہرگز کافر نہیں کہتے۔'' (بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء، ملفوظات جلد ۱۰ ص ص ۳۷۶، ۳۷۷)

ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب سے روایت ہے کہ میں خود اس مکالمہ کے وقت موجود تھا۔ میاں فضل حسین صاحب نے یہ بھی پوچھا تھا کہ "ایک مسلمان جو سڑک پر چلا جارہا ہے جس کے متعلق کچھ علم نہیں کہ یہ آپ کو کافر کہتا ہے یا نہیں۔ اُسے آپ کافر سمجھیں گے یا مسلمان"؟ آپ نے فرمایا "مسلمان"۔

درس قرآن کریم

احمدیہ بلڈنگس کے اسی میدان میں جہاں اب احمدیہ مسجد ہے روزانہ شام کو حضرت مولانا نورالدین صاحب درس قرآن کریم دیا کرتے تھے اور یہ درس ابتدائے قرآن شریف سے شروع کیا گیا تھا۔

حضرت اقدس کے مخالفین

جب سے حضرت اقدس لاہور تشریف لائے تھے احمدیہ

بلڈنگس کے سامنے اسلامیہ کالج والے میدان میں مخالف مولویوں نے اپنا اڈا جما رکھا تھا جہاں وہ روزانہ شام کو جمع ہوتے۔ انہوں نے مخالفت میں انتہا کر دی۔ غرضیکہ ایک عجیب طوفان بدتمیزی مچا رہتا تھا۔ اس کے بالمقابل حضرت مولانا نورالدین صاحب کا درس نہایت تہذیب و متانت سے ہوتا تھا اور علم و حکمت کے خزانوں سے پُر ہوتا تھا۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب نے صراحتًا تو دُور رہا۔ کبھی اشارتًا اور کنایتًا بھی مخالفوں کا ذکر نہیں کیا۔ باوجود اس قدر مخالفت کے لاہور میں سلسلہ بیعت بہت کثرت کے ساتھ جاری تھا۔

لاہور کے عمائد اور رؤسا کو تبلیغ

حضرت اقدس چاہتے تھے کہ رؤسا و عمائدِ لاہور کو تبلیغ فرمادیں۔ اس لیے خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی طرف سے تمام مسلمان رؤسا و عمائد شہر لاہور کو ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء کو دوپہر کے وقت

کھانے پر مدعو کرلیا اور حضرت اقدس سے سب کا تعارف کرایا۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر صحن میں شامیانہ کے نیچے سب لوگ جمع تھے۔ لوگ ملاقات کے اشتیاق میں وقت سے پہلے ہی آ گئے تھے۔ لوگوں کے اصرار پر آپ نے دن کے گیارہ بجے تقریر کرنی شروع کی۔ تقریر کیا تھی علم و حکمت کا ایک سمندر تھا جو اپنے پورے جوش میں تھا اور ایمان و عرفان کا ایک بادل تھا جو ابر رحمت بن کر برس رہا تھا۔ وہ آخری پیغام تھا جو احمدیہ بلڈنگس کے مقام پر لاہور کے تمام معزز اور تعلیم یافتہ طبقہ کو پہنچایا گیا۔ یہ تقریر اخبار "بدر" مؤرخہ ۲۵ جون ۱۹۰۸ء میں چھپی ہوئی موجود ہے اس میں سے کہیں کہیں سے تھوڑا سا نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"ہمارا خدا اسی طرح ہے جس طرح کہ وہ پہلے تھا۔ اگر کوئی ایسا ہے کہ وہ مردہ دین اور مردہ خدا کو پسند کرتا ہے تو کرے۔ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیاں صحیح نہیں مانتا تو نہ مانے۔ وہ مسلمان کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے جب مسلمانوں کی قوم کو اپنے لیے چُن لیا اور انہیں منزلِ

مقصود تک پہنچانے کا وعدہ کیا تو اب کیا یہ مناسب اور اس کی شان کے مطابق ہے کہ وہ انہیں رستہ میں ہی چھوڑ دے۔...... مثلاً انسان خدا کے حضور اندھے کی طرح ہے وہ اُسے اپنی رہنمائی سے ہی منزل مقصود تک پہنچائے گا اور قیامت تک ہادی بھیجتا رہے گا۔ قرآن شریف میں اسی لیے لیستخلفنھم آیا ہے جس سے قیامت تک آنحضرت صلعم کے خلفاء کی بعثت ثابت ہے۔ یہ الزام کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور مجھے فکر پڑی ہوئی ہے کہ میں الگ قبلہ بنا لوں اور نئی شریعت ایجاد کروں۔ ان تہمتوں کا جواب بجز لعنة الله علی الکاذبین اور کیا دوں۔ میرا دعویٰ تو صرف یہ ہے کہ چونکہ دین زندہ ہے اس لیے ہر صدی کے سر پر موجودہ مفاسد کے لحاظ سے مصلح پیدا ہوتا ہے جس سے خدا مکالمہ کرتا ہے۔ جب خدا کسی سے بکثرت ہم کلام ہو اور اپنی غیب کی باتیں کثرت سے اس پر ظاہر کرے تو یہ نبوت ہے مگر یہ حقیقی نبوت نہیں۔ اب میں تقریر کو ختم کرتا ہوں اور صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ خدا نے ہمیں تجدید دین کے لیے بھیجا ہے تا ہم تازہ نشانوں کے ساتھ دین کو

تازہ کریں۔ اگر خدا مجھے نہ بھیجتا تو آخر یہ دین بھی دیگر ادیان کی طرح قصوں کے رنگ میں رہ جاتا۔ یہ یقیناً سمجھو کہ جو خدا کی طرف سے آتا ہے وہ کبھی نابود نہیں ہوسکتا۔ مجھے افسوس آتا ہے کہ میں نے ان لوگوں (یعنی مکفر مولویوں) کا کیا بگاڑا ہے یہی کہ میں کہتا ہوں آنحضرت ﷺ ہی زندہ نبی ہیں اور ان کا فیض نبوت قیامت تک جاری ہے۔"

پیغام صلح

حضرت اقدس کا منشا تھا کہ ۳۱ مئی ۱۹۰۸ء کو اتوار کے روز احمدیہ بلڈنگس کے میدان میں ایک عام تقریر ہو۔ جس میں آپ ہندوؤں کو پیغام صلح دینا چاہتے تھے یعنی بتانا چاہتے تھے کہ وہ کونسا طریق ہے جس سے ہندوستان کی دو بڑی قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں میں صلح ہوسکتی ہے۔ اس کے لیے آپ نے اپنا لیکچر لکھنا بھی شروع کر دیا۔ جو بعد میں "پیغام صلح" کے نام سے شائع ہوا۔

شام کی سیر

گرمی کا موسم تھا۔ حضرت اقدس بمعہ بیوی صاحبہ کے عموماً شام کو فٹن یا بند گاڑی میں بیٹھ کر سیر کو جایا کرتے تھے۔ ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کی شام کو بھی تشریف لے گئے مگر چہرہ اُداس تھا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور آج اُداس نظر آتے ہیں۔ فرمانے لگے۔ "ہاں میری حالت اُس ماں کی طرح ہے جس کا بچہ ابھی چھوٹا ہو اور اپنے تئیں سنبھال نہ سکتا ہو اور وہ اُسے چھوڑ کر رُخصت ہو رہی ہو۔" یہ اپنی وفات کی طرف صریح اشارہ تھا اور بچہ جسے چھوڑ کر یہ روحانی ماں جا رہی تھی وہ جماعت تھی۔

الہامات درباره وفات

حضرت اقدس کو صریح طور پر اپنی وفات کے بارے میں الہامات تو ہو چکے تھے جو آپ نے اپنی وصیت میں درج فرمائے ہیں

جن میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اب تیری اجل قریب آ گئی ہے۔ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ ''اُس دن سب پر اُداسی چھا جائے گی''۔ وغیرہ وغیرہ۔ انہی الہامات کی بنا پر آپ نے وصیت لکھی تھی جو ''الوصیت'' کے نام سے شائع ہوئی۔

حضرت اقدس کی علالت

حضرت اقدس کو چونکہ شب و روز دماغی محنت سے کام تھا اس لیے سالہا سال سے آپ اعصابی کمزوری کا نشانہ بن گئے تھے جسے ڈاکٹری کی اصطلاح میں نیورستھینیا کہتے ہیں۔ اس مرض کا دورہ اس وقت نمودار ہوتا تھا جب آپ کوئی دماغی محنت کرتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی معرکتہ الآرا تصنیف یا لیکچر تیار کرتے تب ہی یہ دورہ پڑ جاتا تھا۔ خدا کے قانون اٹل ہوتے ہیں اس کے قوانین کی زد سے کوئی بچ نہیں سکتا خواہ وہ نبی ہو یا ولی۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ خدا اپنے فضل

سے جس کو چاہے شفا دے دے۔ اس کے قانون قدرت سے جو نقصان پہنچتا ہے اس سے بچالے۔ لیکن قانون ایک دفعہ اپنا اثر دکھاتا ضرور ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب خدا کی طرف سے خدمت دین کے لیے مامور تھے۔ اُس کے حکم سے ہی اسی کے دین کی خدمت کرتے تھے۔ لیکن دماغی محنت کا جو بوجھ اعصاب پر پڑتا ہے وہ اپنا اثر ضرور دکھاتا تھا۔

مرض وفات

لاہور آنے سے قبل حضرت اقدس بہت زیادہ دماغی محنت کرتے رہے تھے۔ پچھلے چند ماہ میں آپ نے ''چشمہ معرفت'' جیسی ضخیم اور دقیق علم وحکمت پر مشتمل کتاب لکھی تھی جو ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی۔ اس دماغی محنت کا اثر آپ کی طبیعت پر بہت ہوا۔ عمر ستر اور اسی سال کے درمیان تھی۔ اب عمر کے تقاضہ کی وجہ سے طبیعت

میں جلد صحت کی طرف عود کرنے کی طاقت بہت کم رہ گئی تھی۔ اتنی بڑی دماغی محنت کے بعد آپ لاہور تشریف لائے تو یہاں نیا مشغلہ دماغی محنت کا شروع ہو گیا۔ صبح سے شام تک لوگوں کا تانتا بندھا رہتا اور طرح طرح کے سوالات ہوتے رہتے اور آپ اُن کے جواب دیتے رہتے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے ہندو مسلم اتحاد کا صحیح طریق پبلک کے سامنے پیش کرنا چاہا اور اس کے لیے ایک رسالہ ''پیغام صلح'' لکھنا شروع کر دیا۔ گویا باہر سے تقریر کرتے ہوئے اندر گئے تو وہاں تحریر شروع کر دی۔ غرضیکہ دماغ کو کسی وقت آرام نہ تھا۔ آخر شب و روز کی اس دماغی کوفت کا طبیعت پر اثر پڑا۔ قیام لاہور کے زمانہ ہی میں دو تین دفعہ یہ دورہ پڑا مگر کم۔ لیکن ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو جو دورہ پڑا وہ بہت سخت تھا اور آخر وہی مرض الموت ثابت ہوا۔

۲۵ مئی کی شام کو آپ سارا دن ''پیغام صلح'' لکھنے کے بعد سیر کو تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس ہوئے تو آپ کو اس بیماری کا دورہ پڑا اور ہاضمہ پر اثر پڑتا نظر آیا۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ

صاحب کو اطلاع بھیجی۔ اُنہوں نے مناسب دوا بنوا کر بھیجی مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور رات کے گیارہ بجے کے قریب ایک دست آنے سے طبیعت بہت کمزور ہوگئی۔ اُس وقت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کو طلب فرمایا۔ مقوی ادویہ دی گئیں اور اس خیال سے کہ دماغی محنت کی وجہ سے یہ مرض شروع ہوا ہے اس لیے نیند آنے سے آرام آجائے گا۔ یہ لوگ واپس اپنے جائے قیام کو چلے گئے مگر رات کے دو اور تین بجے کے درمیان ایک اور بڑا دست آگیا جس سے کہ نبض بالکل بند ہوگئی۔ پھر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور حضرت مولانا نور الدین صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کو طلب فرمایا۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی بلوایا گیا۔ وہ جب آئے تو حضرت اقدس نے اُنہیں پاس بلا کر فرمایا کہ ”مجھے سخت دورہ اسہال کا ہوگیا ہے آپ کوئی دوا تجویز کریں“۔ پھر ساتھ ہی فرمایا کہ ”حقیقت میں تو وہ آسمان پر ہے۔ آپ دوا بھی کریں اور دعا بھی۔“

حضرت اقدس کی وفات

علاج شروع کیا گیا۔ چونکہ حالت نازک ہوگئی تھی اس لیے سب لوگ پاس ہی ٹھہرے رہے اور علاج باقاعدہ ہوتا رہا۔ لیکن نبض پھر واپس نہ آئی۔ بعد میں ڈاکٹر سدر لینڈ، پرنسپل میڈیکل کالج، لاہور کو بھی جو بہت مشہور ڈاکٹر تھا بلایا گیا۔ لیکن موت کا کوئی علاج نہیں۔ حافظ فضل احمد صاحب پاس سورہ یٰسین پڑھتے رہے اور آخر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مطابق ۲۴ ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ ہجری بروز منگل بوقت سوا دس بجے صبح بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے اور اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ آخری وقت میں حضرت اقدس کی زبان پر صرف یہی کلمات تھے۔ "اے میرے پیارے اللہ۔ اے میرے پیارے۔ اے میرے پیارے۔ اے میرے پیارے اللہ"۔ یہی الفاظ بڑی محبت بھرے لہجہ میں آپ کہتے

رہے اور جب فجر کی نماز کی اذان کان میں پڑی تو پوچھا کہ کیا صبح کا وقت ہو گیا۔ پھر باوجود سخت ناطاقتی اور کمزوری کے آپ نے نماز کی نیت باندھ لی اور نماز ادا کی۔ یہاں تک کہ آپ اپنے اُس پیارے کو جا ملے جس کا جلال ظاہر کرنے لیے آپ دن رات کوشاں تھے۔

تجہیز و تکفین

دن کے اڑھائی بجے تک غسل دینے اور کفن پہنانے سے فراغت ہو گئی۔ تین بجے کے قریب ایک کثیر جماعت نے نماز جنازہ پڑھی اور اس کے بعد جوق در جوق احمدی اور غیر احمدی آپ کی زیارت کے واسطے آتے تھے۔ وفات کے بعد بھی آپ کے چہرہ مبارک پر وہی نور برس رہا تھا جو زندگی میں ہوا کرتا تھا۔ چار بجے کے قریب آپ کا جنازہ احمدی احباب جن کی ایک کثیر جماعت اُس وقت موجود تھی۔ کندھوں پر اُٹھا کر ریلوے سٹیشن لاہور پر لائے جہاں

کہ پہلے سے ریزرو ڈبہ کا انتظام تھا۔ گرمی کا موسم تھا اور جنازہ قادیان لے جانا تھا۔ اس لیے صندوق بنوا کر اس میں حضرت اقدس مرزا صاحب کی میت رکھی گئی اور کئی من برف اس میں رکھی گئی تا کہ گرمی کے اثر سے محفوظ رہے۔

بعض اشد مخالفوں کا سفلہ پن

لاہور میں بعض اشد مخالفوں نے اس موقعہ پر جس کمینہ پن کا نمونہ دکھایا اُس کی نظیر شاید بہت کم ملے گی۔ حضرت اقدس کی وفات کی خبر مشہور ہوتے ہی اُن لوگوں نے ایک ہڑبونگ مچا دی اور بڑی تعداد میں آوازے کستے اور نعرے لگاتے ہوئے حملے کر کے ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر آنے لگے اور اگر ڈاکٹر صاحب موصوف پولیس کو چٹھی لکھ کر مکان پر پہرہ نہ لگواتے اور اس بھیڑ کو منتشر نہ کرواتے تو تعجب نہ تھا کہ یہ مکان میں زبردستی اندر گھس

کر نعش کی بے حرمتی کرتے۔ لیکن پہرہ لگ جانے پر جب کچھ کر نہ سکے تو اسلامیہ کالج کے میدان میں ان لوگوں نے اکھاڑہ جمالیا اور وہاں سے گالیوں اور لعنتوں اور بدزبانیوں کا ایک طوفان بے تمیزی اور شور و ہنگامہ بلند کرنا شروع کر دیا اور تمام دن خوشی سے دیوانے ہو ہو کر عجب عجب ذلیل حرکات کا مظاہرہ کرتے رہے جن کا یہاں ذکر کرنا فضول ہے۔ ان کے مولوی اور پیر ان سب باتوں کو دیکھتے اور خوش ہوتے اور اس خلاف تقویٰ اور اسلام کی شان کے خلاف حرکات قبیحہ سے بالکل نہ روکتے بلکہ در پردہ اور اُکساتے۔ یہاں تک کہ جب حضرت اقدس کا جنازہ لے کر احمدی جماعت اسٹیشن کو روانہ ہوئی تو ان بازاری لوگوں نے اپنے میں سے ہی ایک شخص کا منہ کالا کر کے اُسے ایک چارپائی پر لٹا کر جنازہ اٹھایا اور آگے آگے وہ فرضی جنازہ اور پیچھے پیچھے یہ لوگ ہائے ہائے مرزا۔ ہائے ہائے مرزا کے نعرے لگاتے اور مصنوعی ماتم کرتے اسٹیشن کی طرف چل پڑے۔ ظاہر ہے کہ ایسے رنج و غم کے موقعہ پر یہ تمسخر و استہزا اور کمینہ

پن کا مظاہرہ کس قدر مزید رنج و غم کا موجب ہوا ہو گا۔ لیکن احمدی جماعت کے افراد نے بڑے صبر سے کام لیا۔ ورنہ ایسے موقعہ پر اگر ذرا بھی صبر کا رشتہ ہاتھ سے چھوٹ جاتا تو بلوہ ہو جانا اور کشت و خون ہو جانا معمولی بات تھی۔ پھر ان مخالفین نے ریلوے کے حکام کو خفیہ طور پر یہ جھوٹی رپورٹ دی کہ مرزا غلام احمد ہیضہ سے مر گیا ہے اور ہیضہ چونکہ متعدی مرض ہے اس لیے ایسے آدمی کی نعش جو کسی متعدی مرض سے فوت ہوا ہو بذریعہ ریل دوسری جگہ جا نہیں سکتی۔ یہ خبر احمدیوں کو بھی پہنچ چکی تھی کہ دشمنوں نے یہ شرارت کی ہے اس لیے شیخ رحمت اللہ صاحب فوراً ڈاکٹر سدرلینڈ، پرنسپل میڈیکل کالج، لاہور کے پاس گئے جسے آخر وقت میں بلایا تھا اور اُس سے سرٹیفکیٹ لیا کہ آپ کی وفات ہیضہ سے نہیں ہوئی بلکہ اعصابی تکان سے اسہال کی وجہ سے ہوئی ہے۔ چنانچہ جب جنازہ سٹیشن پر پہنچا تو ریلوے افسروں نے اعتراض کیا کہ چونکہ سنا گیا ہے کہ مرزا صاحب ہیضہ سے فوت ہوئے ہیں اس لیے جب تک ڈاکٹری سرٹیفکیٹ اس

خبر کی تردید میں پیش نہ کیا جائے ہم جنازہ کو ریل میں لے جانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب نے اُسی وقت ڈاکٹر سدرلینڈ کا سرٹیفکیٹ نکال کر پیش کر دیا۔ اس پر ریلوے افسروں نے اجازت دے دی اور جنازہ سیکنڈ کلاس گاڑی میں جو ریزرو تھی سوار کر دیا گیا۔

جنازہ قادیان لے جایا گیا

لاہور سے گاڑی شام کے پونے چھ بجے چلی اور رات کے ۱۰ بجے بٹالہ پہنچی۔ ریل کے ڈبہ کو کاٹ کر الگ کر دیا گیا۔ جنازہ گاڑی میں ہی رہا۔ صبح کو دو بجے کے قریب نعش مبارک کو صندوق سے نکال کر باہر نکالا گیا اور چارپائی پر رکھ کر خدام جنازہ اپنے کندھوں پر اُٹھا کر حفظ ماتقدم کے طور پر غیر معروف راستہ سے قادیان لے گئے اور ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو صبح ۸ بجے قادیان پہنچ گئے۔

تدفین

جنازہ باغ میں رکھا گیا۔ اسی جگہ حضرت اقدس کو دفن کرنے سے پہلے تمام جماعت نے حضرت مولانا نورالدین صاحب کو اپنا سربراہ تسلیم کیا اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کی امامت میں تمام جماعت نے قبل از نماز عصر نماز جنازہ پڑھی جس میں بہت سے دوست سیالکوٹ' وزیرآباد' کپورتھلہ اور دیگر مقامات سے آکر شامل ہو گئے تھے۔ جنازہ پڑھانے کے بعد حضرت مولانا نورالدین صاحب نے ایک وعظ کیا۔ بعد اس کے نماز عصر پڑھی گئی اور نماز کے بعد جنازہ کو باغ کے میدان میں رکھ کر تمام دوستوں کو زیارت کرائی گئی۔ اس وقت قریب بارہ سو آدمی مرد وعورت جمع تھے۔ بعد اس کے بہشتی مقبرہ میں انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قبر کچی رکھی گئی۔ البتہ سرہانے کتبہ لکھ کر لگایا گیا جس میں آپ کا منصب مجدّد صد چہار دہم لکھا گیا اور آپ کا منجانب اللہ خطاب مسیح

موعود بھی اس میں درج کیا گیا۔ اس کتبہ کے اصل الفاظ حسب ذیل تھے:۔ ''جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ رئیس قادیان۔ مسیح موعود۔ مجدّد صد چہار دہم تاریخ وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء''۔ ۲۹ سال بعد ۱۹۳۷ء میں یہ کتبہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے دور خلافت میں تبدیل کر دیا گیا۔ موجودہ کتبہ کے الفاظ یہ ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مزار مبارک حضرت اقدس

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

مسیح موعود و مہدی علیہ وعلی مطاعہ محمدؐ الصلوٰۃ والسلام